شرعی نقطہ نظر سے تحقیق کے اصول

مولانا عبدالحکیم اکبری صاحب
خطیب گومل یونیورسٹی/ڈیپارٹمنٹ آف A.I.R گومل یونیورسٹی ڈیرہ اسماعیل خان

Abstract

خالق کائنات نے انسان کی فطرت میں جو کمالات وخصوصیات ودیعت کر رکھی ہیں۔ان میں حصول علم کی استعداد بھی ہے۔ اور یہ علم ہی کی صفت ہے کہ وہ انسان کو نہ صرف دین ودنیا کی کامیابی کے لیے نت نئے راہوں اور نئے نئے وسائل وذرائع سے روشناس کراتا ہے۔ بلکہ ان کے استعمال کے طریقوں کو بروئے کار لاکران سے استفادہ کی صورتیں بھی پیدا کرتا ہے۔

درحقیقت علم کے حصول کی استعداد وقابلیت کے ساتھ ساتھ تحقیق کا وہ جذبہ بھی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے آغاز ہی سے انسانی فطرت میں رکھا ہے۔ جھوٹ سے نفرت اور سچ کی تلاش ورغبت یہ فطرت ہی کا تقاضا ہے۔ کسی خبر واطلاع کے صدق وکذب کے بارے میں سوچنا اور یہ کہ یہ معقول بھی ہے؟ کیا ایسا ہونا ممکن بھی ہے؟ یہ انسانی فطرت کا تقاضا ہے کہ وہ یہ سوالات اٹھائے اور جب تک اس کو تسلی بخش جواب نہ ملے اس کو چین نہ آئے۔

تحقیق کا یہ عمل خود محقق کے لیے اور دوسروں کے لیے سودمند، قابل اعتماد اور معیاری بنانے کے لیے ''قرآن وحدیث'' نے بعض ایسے قواعد وضوابط ضروری قرار دئے ہیں۔ جو اس سلسلے میں کارآمد ہیں۔ زیر نظر مقالہ میں اس امر کی سعی کی گئی ہے۔ کہ شرعی نقطہ نظر یعنی قرآن وحدیث کی رو سے تحقیق کے کیا اصول ہیں؟ اور اس کے لیے کن قواعد وضوابط کا لحاظ واعتبار لازمی قرار دیا گیا ہے؟

ا۔ تحقیق کی لغوی تعریف:۔

تحقیق عربی زبان کا لفظ ہے۔ جو باب تفعیل سے مصدر ہے۔ حقق یحقق تحقیقا محقق کا معنی ہے تحقیق کرنے والا اور محقق کا معنی ہے تحقیق شدہ۔ کہا جاتا ہے۔ حقق فلان . فلان نے تحقیق کی یعنی کسی چیز کو دریافت کیا۔ کھوج لگایا، حقیقت کو ثابت کیا ۔(۱) تحقیق کے لغوی معنی بیان کرتے ہوئے ''لسان العرب'' کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ لغوی اعتبار سے تحقیق، حق سے ماخوذ ہے جسکے معنی ہیں ثابت کرنا، اصلیت معلوم کرنا، دریافت کرنا، جانچ پڑتال کرنا، اور پایۂ ثبوت کو پہنچنا وغیرہ ہیں۔ (۲)

(۲) تحقیق کی اصطلاحی تعریف:۔

(۲) تحقیق کی اصطلاحی تعریف:۔

ماہرین تعلیم وتحقیق نے تحقیق کی متعدد تعریفات کی ہیں۔ان میں سے ایک جامع تعریف یہ ہے کہ "تحقیق ایک محتاط اور منظم جستجو یا تلاش کا عمل ہے۔جس کے ذریعہ پریشان کن مسائل ڈھونڈنے،علم میں اضافہ کرنے،حقائق معلوم کرنے،اصول وضع کرنے اور مستقبل کے لیے پیشگوئی کرنے میں انسان کو مدد ملتی ہے۔(۳)

قرآنی تعلیمات کی رو سے تحقیق کے اصول:۔

ا۔ ہر معاملے میں تحقیق ضروری ہے۔

ایک انسان کو زندگی کے مختلف مراحل میں متعدد مسائل اور معاملات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔بعض دفعہ اس کو کسی مقصد کے حصول میں بڑی بڑی مشکلات وموانع کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔جس کو حل کرنے کے لیے وہ طرح طرح کے ذرائع کے بارے میں سوچتا ہے۔اور پھر پوری تحقیق اور کانٹ چھانٹ کے بعد ان ذرائع کو اختیار کرتا ہے۔اگر وہ تحقیق کا عمل نہ کرے یا اس میں کوتاہی وغفلت کا ارتکاب کرے۔تو وہ خود بھی نقصان اُٹھاتا ہے اور یہ خدشہ بھی ہوتا ہے کہ کسی اور کو انفرادی یا اجتماعی طور پر نقصان سے دوچار کردے۔جس کے بعد پھر اس کو پچھتانا پڑتا ہے۔اس لیے ہر معاملے میں تحقیق کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یا یھا الذین امنوا ان جاء کم فاسق بنباء فتبینوا ان تصیبوا قوما بجھالۃ فتصبحوا علی ما فعلتم ندمین.(۴)

ترجمہ:۔

اے ایمان والو اگر آئے تمھارے پاس کوئی گنہگار خبر لے کر تو تحقیق کرلو،کہیں جانہ پڑو کسی قوم پر نادانی سے پھر کل کو اپنے کئے پر لگو پچھتانے۔(تفسیر عثمانی)

اس آیت مبارکہ میں واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ ایمان والوں کے لیے کسی خبر واطلاع کی تحقیق،اس کی سچائی کی تلاش،اس کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کرنا نہایت ضروری ہے۔یہاں تحقیق کی ضد،جہالت کو قرار دیا ہے۔اور یہ بتادیا ہے کہ تحقیق نہ کرنے کی وجہ سے جہالت کا شکار ہوجاؤگے۔یعنی غلط خبر واطلاع کی بنیاد پر جہالت کیوجہ سے دوسروں کو نقصان پہنچانے کا باعث بن سکتے ہو۔اس صورت میں خود بھی نقصان اٹھاوگے اور دوسروں کو بھی نقصان سے دوچار کرسکتے ہو۔اس جہالت اور اس کے نتیجے میں خود اور دوسروں کو ضرر کا باعث بننے سے بچنے کے لیے تحقیق کرنے کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔

کسی خبر یا اطلاع کی تصدیق یا تکذیب میں تحقیق کے مختلف ذرائع بروئے کار لانے پڑتے ہیں۔تب ہی سچائی تک رسائی

حاصل ہوتی ہے۔امام ابوبکر الجصاصؒ، آیت مذکورہ سے یہ حکم مستنبط کرتے ہیں۔کہ

مقتضی الایة ایجاب التثبت فی خبر الفاسق والنهی عن الاقدام علی قبوله والعمل به .الابعد التیقن والعلم بصحة مخبره.(۵)

ترجمہ:۔

کہ اسی آیت کا تقاضا یہ ہے۔کہ کسی فاسق کی خبر قبول کرنے اور اس پر عمل کرنا اُس وقت تک جائز نہیں جب تک دوسرے ذرائع سے اس کا صحیح اور سچا ہونا ثابت نہ ہوجائے۔

تفسیر عثمانی میں ہے کہ

اکثر نزاعات ومناقشات کی ابتداء جھوٹی خبروں سے ہوتی ہے۔اس لئے اول اختلاف وتفریق کے اسی سرچشمہ کو بند کرنے کی تعلیم دی۔یعنی کسی خبر کو یوں ہی بے تحقیق قبول نہ کرو۔فرض کیجئے ایک بے راہ اور تکلیف دہ آدمی نے اپنے کسی خیال اور جذبہ سے بے قابو ہوکر کسی قوم کی شکایت کی۔تم محض اس کے بیان پر اعتماد کر کے اس قوم پر چڑھ دوڑے۔بعدہ ظاہر ہوا کہ اُس شخص نے غلط کہا تھا۔تو خیال کرو۔اُس وقت کس قدر پچھتانا پڑے گا۔اور اپنی جلد بازی پر کیا کچھ ندامت ہوگی۔اور اس کا نتیجہ جماعت اسلام کے حق میں کیسا خراب ہوگا۔(۶)

ب۔تشہیر بلا تحقیق جائز نہیں:۔

سرسری طور پر کسی ذریعہ سے کسی واقعہ کے بارے میں علم ہوجانا اور پھر اس کو بلا تحقیق زبان وغیرہ سے دوسرے کے سامنے بیان کرنے کو ناجائز قرار دیا گیا ہے۔کیونکہ اس سے بہت سی مشکلات اور نقصانات پیدا ہوتے ہیں۔لہذا ان کے سدباب کے لیے قرآن حکیم نے پہلے ہی سے منع کر دیا ہے۔اور ایسی کسی خبر واطلاع کی تحقیق کے بارے میں وہ ذرائع بتائے ہیں۔جن سے اس کی تصدیق وتکذیب ہوسکتی ہے۔اور انہی کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے۔اور بغیر تحقیق ایسی کسی خبر کو دوسروں تک پہنچانے کو ناجائز بتایا ہے۔ارشاد ربانی ہے۔

واذا جاء هم امر من الامن او الخوف اذاعوابه ولو ردوه الی الرسول والی اولی الامر منهم لعلمه الذین یستنبطونه منهم ولو لا فضل الله علیکم ورحمته لا تبعتم الشیطن الا قلیلاo(۷)

ترجمہ:۔

اور جب ان کے پاس پہنچتی ہے کوئی خبر امن کی یا ڈر کی تو اُس کو مشہور کر دیتے ہیں۔اور اگر اس کو پہنچا دیتے رسول تک اور اپنے حاکموں تک تو تحقیق کرتے اُس کو جو اُن میں تحقیق کرنے والے ہیں اس کی اور اگر نہ ہوتا فضل اللہ کا تم پر اور اس کی مہربانی تو البتہ تم پیچھے ہولیتے شیطان کے مگر تھوڑے۔(تفسیر عثمانی)

اس آیت کریمہ سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے۔اُس کے متعلق تفسیر روح المعانی میں ہے۔

و فيه انكار على من يحدث بالشيء قبل تحقيقه (٨)

کہ اس میں کسی خبر واطلاع کو قبول کرنے سے تحقیق اور چھان پھٹک سے پہلے قبول کرنے سے انکار ہے۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا۔کہ کسی خبر واطلاع کی تحقیق، خاص لوگوں کا کام ہے۔نہ یہ ہر شخص کا کام ہے۔نہ ہی اس کی ذمہ داری۔اس ضمن میں مولانا بدر عالم لکھتے ہیں۔

ہر خبر کی تفتیش کا ہر انسان سلیقہ نہیں رکھتا۔بعض خبریں ایسی ہوتی ہیں۔کہ ان کی تفتیش خاص افراد ہی کر سکتے ہیں۔گویا یہ تفتیش کے محکمہ جات کی طرف اشارہ ہے۔غرض ہر خبر کی تحقیق کے لیے اہلیت درکار ہے۔(۹)

ج۔قول و عمل بغیر علم و تحقیق کے جائز نہیں:۔

ہر امر کے جواز اور عدم جواز کے بارے میں جاننا ضروری ہے۔معلوم کئے بغیر اس کے جواز عدم جواز کا حکم لگانا اور اس کے بارے میں تحقیق کئے بغیر عمل کرنا بے معنی رہ جاتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ولا تقف ماليس لک به علم ان السمع والبصر والفواد كل اولئک كان عنه مسئولا(١٠)

ترجمہ۔

اور نہ پیچھے پڑ جس بات کی خبر نہیں تجھ کو بے شک کان اور آنکھ اور دل ان سب کی اُس سے پوچھ ہوگی۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ زمخشری لکھتے ہیں۔

والمرادا لنهى عن ان يقول الرجل مالم يعلم وان لا يعمل بما لا يعلم (١١)

ترجمہ:۔

کہ اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی، کوئی ایسی بات نہ کرے جس کا اُس کو علم نہ ہو۔اور نہ وہ عمل کرے جس کا اس کو علم نہ ہو۔

تفسیر روح المعانی میں اس آیت کی تفسیر یوں کی گئی ہے۔

اى لا تتبع مالا علم لک به من قول او فعل و حاصله يرجع الى النهى عن الحكم بما لا يكون معلوما.(١٢)

یعنی کسی ایسے قول اور فعل کی پیروی نہ کر جس کا تجھے علم نہ ہو اور اس کا حاصل یہ ہے کہ جو چیز معلوم نہ ہو اس پر کسی قسم کا حکم نہ لگاؤ۔

علامہ جصاصؒ نے احکام القرآن میں اس آیت کی تفسیر میں تفصیل سے بحث کی ہے وہ لکھتے ہیں۔

قال قتادة فی قوله تعالی (ولا تقف ما لیس لک به علم) لا تقل سمعت ولم تسمع ولا رآیت ولم تره ولا علمت ولم تعلم و قداقتضی ذلک نهی الانسان عن جهة الظن والحسبان وان لا یقول.

اس آیت کی تفسیر میں قتادہ نے کہا ہے۔ کہ جو سنا نہ ہو تو یہ نہ کہو کہ میں نے سنا ہے۔ اور جو دیکھا نہ ہو تو یہ نہ کہو کہ میں نے دیکھا ہے۔ اور جس چیز کا تم کو علم نہ ہو تو یہ مت کہو کہ میں جانتا ہوں۔ اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات میں ظن وگمان کرنے سے روکا گیا ہے۔

عن ان یقول فی احکام الله مالا علم له به فی الناس من السوء مالم یعلم صحته و دل علی انه اذا خبر عن غیر علم فهو آثم فی خبر کذبا کان خبره او صادقا لانه قال بغیر علم و قد نهاه الله عن ذلک (۱۳)

ترجمہ:۔

اور یہ آیت دلالت کرتی ہے۔ کہ بغیر علم کے کوئی بات کرنا خواہ وہ جھوٹی ہو یا سچی بیان کرنے والا گنہگار ہے۔ کیونکہ بغیر علم کے بات کردی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے روکا ہے۔

د۔ تحقیق میں عقلی شہادت ضروری ہے:۔

کسی واقعہ کی تحقیق کے لیے دوسرے لوازم کے ساتھ اس پہلو کو بھی پیش نظر رکھنا ہوگا۔ کہ کیا عقل بھی اُس کے وقوع یا عدم وقوع کو جائز تسلیم کرتی ہے یا نہیں؟

مولانا شبلی نعمانیؒ اپنی عظیم تصنیف ''سیرۃ النبیؐ'' کے مقدمہ میں تحقیق واقعات کے اصول بتاتے ہوئے وہ دوسرا اصول ''درایت'' یعنی عقلی شہادت کو بھی قرآن حکیم کا بتایا ہوا اصول قرار دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں وہ قرآن حکیم سے استدلال کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ۔

''تحقیق واقعات کا دوسرا اصول یہ تھا کہ جو واقعہ بیان کیا جاتا ہے عقلی شہادت کے مطابق بھی ہے یا نہیں؟ یہ اصول بھی درحقیقت قرآن ہی نے قائم کر دیا تھا۔ حضرت عائشہؓ پر جب منافقین نے تہمت لگائی۔ تو اس طرح اس خبر کو مشہور کر دیا۔ کہ بعض صحابہ کرامؓ تک مغالطہ میں آگئے۔ عام اصول کی بناء پر اس خبر کی تحقیق کا یہ طریقہ تھا۔ کہ پہلے راویوں کے نام دریافت کئے جاتے۔ پھر دیکھا جاتا کہ وہ ثقہ یا صحیح الروایۃ ہیں یا نہیں؟ پھر ان کی شہادت لی جاتی۔ لیکن خدا نے اس آیت میں فرمایا کہ سننے کے ساتھ تم نے کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ بہتان ہے۔ اس سے قطعاً ثابت ہوتا ہے۔ کہ اس قسم کا خلاف قیاس جو واقعہ بیان کیا جائے۔ قطعاً سمجھ لینا چاہیے۔ کہ یہ غلط ہے اس طرز تحقیق کی ابتداء خود صحابہ کے عہد میں ہو چکی تھی'' (۱۴)

مولانا شبلی نعمانی کے اس اصول اور قران حکیم سے استدلال سے یہ ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ کسی خبر واطلاع یا کسی واقعہ ومعاملہ کے بارے میں عقلی شہادت کا ہونا بہت ضروری ہے۔ اور اتنی عقل، سمجھ بوجھ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو ودیعت کی ہے۔ کہ وہ اس کو کام میں

لاکر اس ایسے واقعہ یا کسی خبر واطلاع کے صدق وکذب کو جانچ سکے۔

۵۔ بیان واقعہ کو پوری توجہ سے سننا اور اس پر غور فکر کے بعد عمل کرنا؛۔

جو واقعہ بیان کیا جا رہا ہو سامع کو پوری توجہ سے سننا از حد ضروری ہے۔اور پھر صرف سننے پر اکتفاء نہ ہو بلکہ اس کے تمام پہلوؤں پر غور وخوض کر کے ایک نتیجہ تک پہنچنا بھی لازمی ہے۔بلا غور وفکر اس پر عملی اقدام خوف وخطر سے خالی نہیں۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔

والذین اذا ذکرو اباٰیات ربھم لم یخرو اعلیھا صما وعمیانا.(۱۵)

ترجمہ:۔

اور اللہ کے بندے ایسے ہیں کہ جس وقت ان کو اللہ کے احکام کے ذریعہ نصیحت کی جاتی ہے۔تو ان احکام پر بہرے اندھے ہو کر نہیں گرتے۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ؒ لکھتے ہیں۔

''اس آیت میں دو چیزیں مذکور ہیں۔ایک آیات الٰہیہ پر گر پڑنا یعنی اہتمام کے ساتھ متوجہ ہونا۔یہ تو امر محمود، مقصود اور بہت بڑی نیکی ہے۔دوسرے اندھوں بہروں کی طرح گرنا کہ قرآن کی آیات پر توجہ تو دیں۔مگر یا تو ان پر عمل کرنے میں معاملہ ایسا کریں کہ گویا انہوں نے سنا اور دیکھا ہی نہیں اور یا آیات قرآن پر عمل ہی کریں مگر ان کو اصول صحیح اور تفسیر صحابہؓ، تابعینؒ کے خلاف اپنی رائے یا سنی سنائی باتوں کے تابع کر کے غلط عمل کریں۔یہ بھی ایک طرح سے اندھے بہرے ہو کر ہی گرنے کے حکم میں ہیں''۔(۱۶)

4۔احادیث رسول کی رو سے تحقیق کے اصول:۔

ا۔کسی بات کو بلا تحقیق بیان نہ کرنا:۔

ہر سنی ہوئی بات کو بلا تحقیق دوسروں کے سامنے بیان کرنا نہ صرف سنت کے خلاف ہے، بلکہ ایسا کرنے سے بسا اوقات کافی دشواریوں سے واسطہ پڑتا ہے۔جن کا ازالہ یقیناً انسان کے لئے نہایت ہی مشکل ہو جاتا ہے۔حدیث میں ہے۔

عن حفص بن عاصم قال قال رسول اللہ ﷺ: کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ما سمع.(۱۷)

ترجمہ:۔

حضرت حفص بن عاصمؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی شخص کے جھوٹے ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ جو سنے دوسرے کو سنائے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر سنی بات کو تحقیق کئے اور اس کے معقول، نامعقول کے اندازے کے بغیر اس کو دوسروں کے

سامنے بیان نہ کرے۔ ورنہ اتنی ہی بات اس کے جھوٹے ہونے کے لئے کافی ہے۔ اس روایت کے فائدے میں مولانا خرم علی رقمطراز ہیں۔ کہ "جھوٹ صرف اسی چیز کا نام نہیں کہ اپنی طرف سے بات بنادے اور جھوٹ باندھے، بلکہ یہ بھی جھوٹ میں داخل ہے۔ کہ جو خبر بدون تحقیق کیئے اس کو کہنے لگے۔ اس واسطے بے تحقیق کسی بات کو زبان سے نہ نکالے۔" (۱۸)

ب۔ بلا تحقیق کسی امر کی دوسرے کی طرف نسبت نہ کرنا:۔

جب تک کسی امر کے بارے میں پوری تحقیق کے بعد قطعی علم حاصل نہ ہو اس امر کی نسبت کسی دوسرے شخص کی طرف کرنا بے اصل اور بہتان تراشی کے مترادف ہے۔ جسے شریعت اسلامی نے گناہ کبیرہ بتایا ہے، بلکہ ایسا کرنے سے عموماً انسان کو دشواری اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جس سے چھٹکارہ مشکل ہو جاتا ہے۔ لہذا بلا تحقیق کسی امر کی دوسرے کی طرف نسبت کرنا مذموم ہے۔ مشکوۃ المصابیح کی روایت ہے۔

عن ابن مسعود الانصاری رضی اللہ عنہ قال: لابی عبد اللہؓ او قال عبداللہؓ لابی مسعود ما سمعت رسول اللہ ﷺ یقول فی زعموا قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول بئس مطیۃ الرجال (رواہ ابوداؤد). (۱۹)

ترجمہ:۔

حضرت ابو مسعود انصاری اور ابو حذیفہ رضی اللہ عنھما نے باہم گفتگو میں یہ سوال کیا کہ آپ نے کلمہ زعموا (لوگ گمان کرتے ہیں) کے استعمال سے متعلق رسول اللہ ﷺ سے کیا سنا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ کلمہ بے تحقیق باتوں کے چلتا کرنے کا بہت برا طریقہ ہے۔

اس حدیث کی رو سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جب تک کسی بات کا پورا یقین حاصل نہ ہو۔ اس وقت تک صرف لوگوں کی طرف نسبت کر کے بیان کرنے سے بیان کرنے والے کی ذمہ داری پوری نہیں ہوتی۔ بلکہ پوری تحقیق کر کے اس بات کا یقینی علم حاصل کرنا اسکے لئے ضروری ہے۔ اگر ایسا نہیں کرے گا۔ تو قابل مواخذہ ہوگا۔

ج۔ غیر عادل کی روایت سے احتراز کرنا:۔

ہر کسی کی کہی ہوئی بات کو سچ جاننا حماقت ہے۔ جب تک اس کے صدق اور کذب کے بارے میں پورا علم نہ ہو۔ شریعت نے اس بارہ میں ایک معیار متعین کیا ہے۔ جس میں روایت کرنے والے کی عدالت بھی ہے۔ لہٰذا کسی قول کی روایت میں غیر عادل شخص سے احتراز لازم ہے۔ حدیث مبارکہ ہے۔

عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ ﷺ قال: سیکون فی اُمتی اُناس یحدثونکم بمالم تسمعو انتم ولا آبائکم فایاکم وایاھم. (۲۰)

ترجمہ:۔

فرمایا عنقریب میری امت میں کچھ لوگ ہوں گے جو حدیثیں بیان کریں گے۔اور وہ باتیں تم سے کہیں گے جو تم نے اور تمھارے باپ دادوں نے نہیں سنیں سو بچو تم ان سے۔

مطلب یہ کہ جن لوگوں سے روایت کرو۔تو ان کے متعلق تمہیں مکمل معلومات ہوں۔کہ وہ لوگ کون ہیں؟ ان کا مقام ومرتبہ کیا ہے؟ محدثین کرام اور علم جرح وتعدیل اور علم اسماء الرجال کے اصول وشرائط کی نگاہ میں اس کو کیا درجہ حاصل ہے؟ اس کے بعد ان کی روایات کو قبول کیا کرو۔اس سلسلے میں محمد بن سیرینؒ کا قول ہے۔

قال :ان هذا العلم دين فانظرو اعمن تاخذون دينكم. (۲۱)

کہ یہ علم (علم حدیث) دین کا علم ہے تم یہ دیکھو کہ یہ دین تم کن لوگوں سے حاصل کر رہے ہو؟

د۔راوی کے بارے میں پوری واقفیت حاصل کرنا:۔

شرعی نقطہ نظر سے پوری واقفیت کے بغیر ہر شخص سے روایت لینا منع ہے۔کیونکہ بعض اوقات شیطان کسی شخص کی روپ میں متشکل ہو کر اپنی گھڑی ہوئی بات کو حدیث نبوی کے انداز میں روایت کرتا ہے۔اور اس کی نسبت رسول ﷺ کی طرف کر دیتا ہے۔خود رسول ﷺ نے ہر کسی سے سنی ہوئی بات کا بیان کرنے سے روکا ہے۔روایت میں ہے۔

عن عامر بن عبدة قال قال: عبدالله ان الشيطن يتمثل فى صورة الرجل فياتى القوم فيحدثهم بالحديث من الكذب فيفترقون فيقول الرجل منهم سمعت رجلاًاعرف وجهه ولا ادرى ما اسمه يحدث.(۲۲)

ترجمہ:۔

عامر بن عبدۃ، عبداللہ سے روایت کرتے ہیں ۔کہ بیشک شیطان ایک آدمی کی صورت میں لوگوں کے پاس آتا ہے۔اور ان کے سامنے جھوٹی حدیث بیان کرتا ہے۔اسی قوم میں سے ایک شخص یہ کہتا ہے۔کہ میں نے ایک آدمی سے سنا جس کے چہرے کو تو میں جانتا ہوں۔جبکہ اس کے نام سے واقف نہیں۔وہ یہ حدیث بیان کرتا ہے۔

اس روایت سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ ہر کسی سے سنی ہوئی بات کو بیان مت کرنے لگو۔جب کہ اس راوی سے متعلق تمام معلومات حاصل نہ کر چکے ہو۔کیونکہ بعض شیطان بصورت آدمی یا آدمی بصورت شیطان جھوٹی حدیثیں بیان کرتے ہیں۔

ہ۔حدیث کو حدیث جانتے ہوئے روایت کرنا:

جب تک یہ علم نہ ہو کہ یہ حدیث ہے ہر قول کو حدیث کہنا یا سمجھنا یا دوسرے سے روایت کرنا دنیوی اور اخروی لحاظ سے سخت

نقصان کا باعث ہے۔لہٰذا اس سلسلے میں پوری تحقیق اور مکمل اطمینان ویقین حاصل کرنا ضروری ہے۔حضورﷺ کا فرمان ہے۔

اتقوا الحدیث عنی الاما علمتم.(۲۳)

ترجمہ:۔

مجھ سے روایت کرنے سے بچو۔وہی حدیث روایت کرو۔جس کو تم جانتے ہو۔

اس حدیث میں آپﷺ نے یہ ہدایت فرمائی ہے۔کہ مجھ سے وہی حدیث روایت کیا کرو۔جس کو تم جانتے ہو۔کہ یہ میری بیان کردہ حدیث ہے۔ظن وتخمین اور اندازے سے کسی حدیث کی نسبت میری طرف نہ کیا کرو۔ہوسکتا ہے کہ وہ جھوٹ ہو۔اس لحاظ سے احادیث اوران کے راویوں کے بارے میں یہ تحقیق لازمی امر ہے۔تاکہ مکمل اطمینان ویقین حاصل ہوجائے۔

۵۔مسلمانوں میں ذوق تحقیق:۔

قرآن وحدیث کے واضح وہدایات سے تصریح کے ساتھ یہ بات ثابت ہوجاتی ہے۔کہ کسی خبر واطلاع کے ملتے ہی اس کی تحقیق یعنی اس کا صدق وکذب معلوم کرنا اور اس کے معقول ونامعقول کے بارے میں غور وفکر سے کام لینا بہت ضروری امر ہے۔انہی قرآن واحادیث کی تعلیمات وہدایات نے مسلمانوں کے اندر نہ صرف تحقیق کا ذوق پیدا کیا بلکہ اس کو پروان بھی چڑھایا۔جس کی بہترین مثال قرآن حکیم کی جمع وتدوین ہے۔جس کی لیے انہوں نے وہ تمام ضروری لوازمات ایسی احتیاط سے مہیا کئے۔جس کا اس سے پہلے تصور تک نہ تھا۔اور نہ بعد میں اس کی کوئی مثال ملتی ہے۔حتیٰ کہ موجودہ دور میں جتنا زور تحقیق پر دیا جاتا ہے۔یہ اس کا عشر عشیر بھی نہیں۔جس کا اہتمام اس دور میں کیا جاتا تھا۔

مسلمانوں نے تحقیق کے جذبے کی دوسری مثال تدوین حدیث کی ہے۔جس کے لئے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے زندگیاں وقف کردی تھیں۔احادیث کو اپنی الفاظ میں اور اس ترتیب کے ساتھ حفظ کرنا جن الفاظ اور جس ترتیب کے ساتھ رسول اللہﷺ نے ادا فرمائے ہیں۔اور براہ راست انہیں راویوں سے سننا جنہوں نے براہ راست رسول اللہﷺ سے سنی ہیں۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان تمام لوازمات کی پوری پابندی کی۔اس سلسلے میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے الفاظ قابل غور ہیں۔فرماتے ہیں۔

من کان عندہ علم فلیعلمنہ وان لم یعلم فلا یقولن مالیس لہ بہ علم.(۲۴)

ترجمہ۔

اگر کسی کے پاس علم کی بات ہے تو وہ لوگوں کو سکھلادے۔اواگر وہ علم نہیں رکھتا تو وہ بات منہ سے نہ نکالے جس کا اس کو علم نہیں۔

امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے کوئی شخص حدیث بیان کرتا تو اس سے پہلا سوال گواہی سے متعلق ہوتا تھا۔اگرچہ دوسری مجلس میں یہ بات صاف کردی جاتی تھی۔کہ یہ تحقیق کسی بدگمانی کے بناء پر نہیں تھی۔

بلکہ حدیث کی اہمیت آئینی طور پر اس کی مقتضی تھی کہ اس کے نقل میں ہر ممکن احتیاط کو کام میں لایا جائے۔(۲۵)

اس سلسلے کا ایک واقعہ مولانا بدر عالم تحریر فرماتے ہیں، کہ۔

ایک مرتبہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے دروازے پر آئے۔ تین بار سلام کے بعد جب کوئی جواب نہ ملا تو وہ واپس ہو گئے۔ چند قدم چلے تھے۔ کہ خادم نے اندر سے بلایا اور اس سے کہا۔ امیر المومنین آپ کو بلا رہے ہیں۔ یہ پہنچے تو اس سے واپسی کا سبب دریافت کیا گیا۔ انہوں نے اس سے متعلق ایک حدیث سنا دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو اس پر گواہی پیش کیجئے ورنہ سزا ملے گی۔ پھر خود یہ بھی فرما دیا کہ۔

انی لم اتھمک ولکنی خشیت ان یتقول الناس علی رسول اللہ ﷺ.(۲۶)

ترجمہ:۔

میں نے تم سے کسی شبہ کیوجہ سے شہادت طلب نہیں کی۔ بلکہ یہ اندیشہ کیا کہ آئندہ لوگ، حضور ﷺ پر غلط بیانی نہ کریں۔

اسی ذوق تحقیق کے پیش نظر، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نہایت بے سروسامانی کے عالم میں حدیث کو اسی راوی سے براہ راست سننا، جس نے رسول اللہ ﷺ سے خود سنی ہے کے لئے دور دراز کے سفر اختیار کیے۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو ایک حدیث کے بارے میں شک ہوا۔ شک کے ازالے کے لئے مدینہ منورہ سے مصر پہنچے۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے حدیث حاصل کی۔ واپس مدینہ طیبہ روانہ ہوئے اور اپنی سواری کا پالان بھی نہ کھولا۔(۲۷)

ا۔ محدثین کرامؒ میں ذوق تحقیق:۔

محدثین کرامؒ نے فن روایت حدیث کے سلسلے میں جن علوم کی بنیادیں رکھی ہیں۔ جسے ''علم جرح وتعدیل'' اور ''علم اسماء الرجال'' کہا جاتا ہے۔ یہ دونوں علوم، مسلمانوں کے ذوق تحقیق میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ یہ دونوں علوم، تحقیق کے اعتبار سے ایسی ایسی نزاکتیں اپنے اندر رکھتی ہیں۔ کہ دیگر اقوام کے ذہن وہاں تک رسائی سے قاصر ہیں۔ ان علوم کے ذریعہ سے وہ لاکھوں کی تعداد پر مشتمل ذخیرہ احادیث میں سے ہر ایک حدیث کو صحیح اور غیر صحیح معلوم کر سکتے ہیں۔ اور یہ کہ سند کے اعتبار سے اس کا کیا مقام و مرتبہ ہے؟ اور نفس مضمون حدیث کے لحاظ سے اس کا کیا درجہ ہے؟

ب۔ فقہاءؒ میں ذوق تحقیق:۔

فقہاء کرام نے اپنے طور پر ائمہ مجتہدین کی آراء کی ترجیح کی وجوہات کو تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ حتیٰ کہ کتب فقہ میں شروح وفتاویٰ کی کونسی کتاب کا کیا مقام و مرتبہ ہے؟ اور کس کی روایت کو کن وجوہات کی بناء پر کس لحاظ اور کن شرائط کے تحت ترجیح حاصل ہے؟ باقاعدہ اس کی نشاندہی کی ہے۔ علامہ ابن عابدینؒ نے اپنی مشہور زمانہ کتاب ''ردالمحتار علی الدرالمختار'' کے مقدمہ میں اس سے

تفصیل سے بحث کی ہے۔گویا کہ انہوں نے مسائل کی تحقیق کے لئے وہ بنیادیں فراہم کردی ہیں۔جن سے آنے والی نسلوں کے لئے تحقیق کا کام نہایت آسان بن گیا ہے۔

حاصل بحث:۔

حاصل کلام یہ ہے کہ شرعی نقطہ نظر سے تحقیق کو ایک بلند مقام ومرتبہ حاصل ہے۔اور اس کے بارے میں قرآن وحدیث میں سخت تاکیدی احکامات وہدایات ہیں۔کیا یہ کم ہے۔کہ بلا تحقیق عام معمول کی باتوں سے بھی سختی سے روکا گیا ہے۔اور فرمایا ہے کہ جو بلا تحقیق، سنی ہوئی باتیں دوسروں کو سناتا ہے۔اس کے جھوٹے ہونے کے لئے یہی کافی ہے۔اور ایک حدیث مبارک کی رو سے مومن جھوٹا نہیں ہوسکتا۔گویا ایمان اور جھوٹ ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتے۔جب عام باتوں میں بلا تحقیق کلام سے منع کیا ہے۔تو کسی شرعی حکم وفقہی مسئلہ کی دریافت میں یہ کیسے گوارا کیا جاسکتا ہے۔کہ بلا تحقیق کوئی شرعی مسئلہ بیان وتحریر کیا جائے۔

اس لحاظ سے اسلامی تعلیمات میں تحقیق کا ایک معتبر مقام ومرتبہ ہے۔جبکہ موجودہ دور کے علمی وسائل کی فراہمی نے تحقیق کی اہمیت وضرورت کو مزید دوچند کردیا ہے۔اس لئے بغیر تحقیق ومعتبر ومستند حوالہ کے کسی کی اعلیٰ حیثیت کے باوجود اس کے بیان وتحریر کی طرف وہ توجہ نہیں دی جاتی۔اور نہ اس کا کوئی اثر لیتا ہے۔جبکہ وہ باحوالہ نہ ہو۔اور تحقیق کے تقاضوں کو مدنظر رکھ کر نہ کی گئی ہو۔

﴿مصادر و مراجع﴾

۱۔عباسی، عبدالحمید خان، اصول تحقیق، صفحہ نمبر ۷۶، نیشنل بک فاؤنڈیشن وزارت تعلیم پاکستان اسلام آباد، ۲۰۰۳ء۔

۲۔ابن منظور، ابوالفضل جمال الدین محمد ابن مکرم، لسان العرب، مادۃ ق، بیروت، لبنان

۳۔جائزہ رہنمائی وتحقیق، صفحہ ۱۸۱، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد، ۲۰۰۲ء

۴۔القرآن الحکیم ((۶،۴۹)

۵۔الجصاص، ابوبکر احمد بن علی الرازی الحنفی (م ۳۷۰ھ) احکام القرآن، جلد ۳ صفحہ ۳۹۸، دارالفکر، بیروت۔

۶۔عثمانی، شبیر احمد، مولانا، تفسیر عثمانی، ج ۲ ص ۵۸۷۔دارالاشاعت، اردو بازار کراچی نمبر ۱، ۱۹۹۳ء۔

۷۔القرآن الحکیم (۸۳،۴)

۸۔آلوسی، محمود۔روح المعانی، ج ۵۔ص ۴۹۔مکتبہ امدادیہ۔ملتان

۹۔ بدر عالم، مولانا، ترجمان السنۃ، ج ا ص ۱۹۶، ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل پاکستان، چوک کراچی۔
۱۰۔ القرآن الحکیم (۳۶.۱۷)
۱۱۔ زمخشری، جار اللہ، محمود بن عمر، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل وعیون الاقاویل فی وجوہ التاویل۔ ج ۳، ص ۲۶۶ ،نشرادب الحوزۃ۔
۱۲۔ آلوسی، محمود، روح المعانی ج ۱۵ ص ۷۳
۱۳۔ الجصاص، ابوبکر احمد بن علی الرازی الحنفی۔ احکام القرآن ج ۲ ص ۲۰۴ سہیل اکیڈمی لاہور۔
۱۴۔ نعمانی، شبلی، مولانا، مقدمہ سیرۃ النبی ص ۶۷.۶۶۔ مکتبہ تعمیر انسانیت اردو بازار لاہور ۱۹۷۵ء
۱۵۔ القرآن الحکیم (۳۵. ۴۳)
۱۶۔ محمد شفیع، مفتی، مولانا۔ معارف القرآن ج ۶ ص ۵۰۸ ادارۃ المعارف کراچی نمبر ۱۴
۱۷۔ القشیری، مسلم بن الحجاج، الامام، الجامع الصحیح للمسلم ج ا ص ۹
۱۸۔ رضی الدین، حسن، الامام مشارق الانوار (ترجمہ وفوائد مولانا خرم علی) ص ۲ میر محمد کتب خانہ، کراچی۔ ص
۱۹۔ الخطیب، محمد بن عبداللہ۔ مشکوۃ المصابیح ص ۶۲۳۔ نور محمد اصح المطابع، دھلی
۲۰۔ القشیری، مسلم بن الحجاج، الامام الجامع الصحیح للمسلم ج ا ص ۹
۲۱۔ القشیری، مسلم بن الحجاج، الامام الجامع الصحیح للمسلم ج ا ص ۱۱
۲۲۔ القشیری، مسلم بن الحجاج، الامام الجامع الصحیح للمسلم ج ا ص ۱۰
۲۳۔ وحید الزمان، علامہ۔ لغات الحدیث ص ۳۴
۲۴، ۲۵، ۲۶۔ بدر عالم، مولانا، ترجمان السنۃ ج ا ص ۹
۲۷۔ صفدر، سرفراز، مولانا۔ شوق حدیث، ج ا ص ۶۸۔ انجمن اسلامیہ۔ گکھر منڈی، گوجرانوالہ